مولانا محمد احمد اوران کی قرآنی خدمات

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی.
گورنمنٹ ڈگری کالج، کراچی

احسان کر کے اس طرح بھول جانا گویا کبھی احسان نہیں کیابلندی کردار اور اخلاق کا وہ اعلیٰ نمونہ ہے جس کی مثال اس دور میں نہیں ملتی حضرت حاجی محمد احمد صاحب انہی شخصیات میں سے ایک شخصیت ہیں۔

گویا سچ ہے کہ آفتاب عطیہ نور میں ذروں سے طالب تشکر نہیں ہوتا سمندر قطروں سے داد نہیں چاہتا سلطان گدا سے خراج نہیں مانگتا مگر ذرے، قطرے، گدا، کے بھی کچھ فرائض واحساسات ہوتے ہیں جنھیں ادا کرنا ان کی ذمہ داری ہے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (۱) جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا گویا کہ وہ خدا کا شکر ادا نہیں کرتا۔ مقام شکر واحسان مندی یہ ہے کہ اتنا عظیم کام کرنے والے، ساری زندگی خدمت قرآن میں صرف کرنے والے کا تذکرہ اس کے شایان شان انداز میں کیا جائے۔ اس کی خدمات کو اجاگر کیا جائے تاکہ لوگوں میں خدمت کا شوق پیدا ہو۔ اس کی تفسیر کو عام کیا جائے تاکہ فہم قرآن پیدا ہو یہ حق بھی ہے اور ہمارا فریضہ بھی۔

حضرت حاجی محمد احمد صاحب علم وعمل کے پیکر سادہ مزاج اور انتہائی متواضع شخصیت کے مالک تھے نام ونمود کو قطعاً پسند نہیں کرتے تھے سلف صالحین بالخصوص حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے نہایت عقیدت رکھتے تھے جس کی وجہ سے آپ نے خود اپنی سوانح قلمبند کی نہ دوسروں نے اس طرف توجہ دی لیکن ۱۹۴۷ء میں اپنے پیرو مرشد حضرت تھانوی ودیگر اکابرین کی سوانح دیکھ کر اپنی یادداشتیں لکھنے کا خیال پیدا ہوا لہذا اسے اکابر کی سنت سمجھ کر اتباع میں ''اپنی کہانی خود اپنی زبانی'' (۲) کے نام سے ۱۹۴۶ء سے میں نے یادداشتیں مرتب کیں (۳) یہ یادداشتیں غیر مطبوعہ شکل میں موجود ہیں (۴) اس میں اپنے ابتدائی حالات لکھنے کے بعد یکم جنوری ۱۹۴۶ء سے ۹، اکتوبر ۱۹۴۷ء تک کے حالات محفوظ کر دیئے ہیں اس غیر مطبوعہ خود نوشت اور آپ کی سوانح پر لکھے گئے بعض مضامین (۵) سے جو شخصیت سامنے آتی ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

پیدائش و خاندانی تعلق : نسبی اعتبار سے شیخ صدیقی ہیں(۶)ددھیال کا تعلق سیوہارہ ضلع بجنور سے اور ننھیال کا تعلق شید کوٹ بجنور (یوپی)انڈیا سے تھاوالدین کاروباری خاندان سے تعلق رکھتے تھے ۱۹۳۲ء میں الہ آباد (یوپی) میں رہائش اختیار کرلی(۷) یہیں حاجی محمد احمد صاحب کی پیدائش ہوئی(۸) بمقام محلہ بانسمنڈی باہو گھاٹ تاریخ پیدائش یکم جولائی ۱۹۰۸ء ہے(۹)والد صاحب کا نام شیخ ضمیر احمد تھا(۱۰)

ابتدائی تعلیم و تربیت: ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی آپ کے اساتذہ میں مولوی انتظام حسین، شیخ مقرب اللہ مولوی محمد عیسیٰ الہ آبادی، مولوی محمد عثمان، مولوی جلال الدین، مولوی عبدالحفیظ صاحبان سے حاصل کی (۱۱) ۱۹۲۰ء میں اسکول میں داخل ہوئے ۱۹۲۷ء میں میٹرک کیا ۱۹۲۹ء میں ایف اے کیا ۱۹۳۱ء میں بی اے کرکے تعلیم مکمل کرلی(۱۲)ابتدائی تربیت کا تعلق حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی سے قائم ہوا ذی قعدہ ۱۳۵۸ھ میں بیعت ہوئے(۱۳)بعد میں حضرت تھانوی کے سلسلہ کے مولانا عبدالرحمٰن مظاہر العلوم سے تعلق رہا(۱۴)اور مولانا ظفر احمد عثمانی سے بھی وابستہ رہے پھر مولانا مفتی محمد شفیع سے اصلاحی تعلق رہا۔ مولانا حضرت مفتی محمد شفیع نے ۲۷ شعبان ۱۳۸۶ھ میں آپ کو خلافت عطا کی۔ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۵۵ھ کو حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔(۱۵)

حافظ مشتاق احمد عباسی صاحب لکھتے ہیں

کمال احتیاط وانکساری یہ ہے کہ حضرت تھانویؒ کی صحبت و مجالس میں بیٹھے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ وڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ سے مجاز بیعت تھے، مگر کسی کو خلافت نہیں دی اور نہ ہی آپ کسی کی بیعت کرتے تھے۔ کیونکہ وہ خود کو اس قابل نہ سمجھتے تھے کہ مرشد بنیں۔بلکہ وہ خود کو طالب و مرید سمجھتے تھے زندگی کے ہر مرحلے میں حضرت تھانویؒ خصوصاًودیگر اکابر کی کتب کی طرف عموماًرجوع کرتے تھے، تعویز گنڈے سے احتراز کرتے تھے کئی مرتبہ احقر نے دیکھا کہ اپنے بیٹوں، برادرم امیر احمد صاحب و خلیل احمد صاحب کو ڈانٹ رہے ہیں کہ وہ کسی کو تعویز دینے کی سفارش کررہے تھے۔

حضرت آسانی سے کسی کو بیعت نہ فرماتے تھے بلکہ دیگر بزرگ حضرات کی طرف اس سلسلے میں رجوع کرنے کا مشورہ دیتے تھے، احقر مشتاق نے کئی مرتبہ بیعت فرمانے کی درخواست کی تو ازراہ انکساری فرمایا کہ آپ خود عالم ،حافظ ہیں، میں اس قابل کہاں کہ آپ کو بیعت کروں۔

عائلی زندگی و ملازمت : تعلیم سے فراغت کے بعد اکتوبر ۱۹۳۱ء میں آپ کی شادی ہوئی(۱۷)اس شادی سے جناب ظفر احمد، نصیر احمد، سعید احمد، امیر احمد، نزہت پیدا ہوئے،(۱۸)۱۹۲۹ء میں سروے آف انڈیا دوہرہ دون میں سرکاری ملازمت اختیار کرلی تھی قیام پاکستان کے بعد ۱۹۶۸ء میں سروے آف پاکستان میں

ایڈمنسٹریٹو آفیسر کی حیثیت سے ریٹائرڈ ہوئے(۱۹)

اپنی اولاد کی تربیت انتہائی توجہ و دینی مزاج کے ساتھ کی حافظ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی پھر دہرہ دون میں مولانا ابرار الحق، خلیفہ حضرت تھانویؒ کے پاس بھیج دیا(۲۰)حافظ صاحب آج کل تبلیغی مرکز کراچی مکی مسجد میں امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں

شخصی خصوصیات : انسانی شخصیت ہمیشہ نشیب و فراز سے خواہ وہ معاشی ہوں یا معاسرتی متاثر ہوتی رہتی ہیں لیکن مولانا اپنے کام کے دھنی تھے جس ذمہ داری کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا اسے آخر تک نبھایا آندھی آئے یا طوفان مولانا نے اپنے معمولات کو جاری رکھا حافظ مشتاق احمد عباسی لکھتے ہیں

''حضرت گوشہ نشینی کو پسند کرتے تھے نام و نمود سے دور رہتے تھے۔لوگ معمولی تصنیفی کام کرتے ہیں تو اس کے لئے تقریبات رونمائی کراتے ہیں، اور اپنی شہرت کراتے ہیں۔ حضرت نے اتنی بڑی تفسیر لکھنے پر خود کو گوشہ نشین رکھا کبھی اپنی تعریف پسند نہ کی جس اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ عظیم کام کیا اسی سے ہمیشہ لو لگائے رکھی۔ آپ ان ہستیوں میں ہیں جن کو حضور خاتم النبین ﷺ کی خواب میں زیارت ہوتی تھی مگر اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرتے۔ کبھی کبھی غیر اختیاری طور پر یہ خفیہ راز ظاہر ہو جاتا۔اس احقر سے بھی چندبار اظہار فرمایا جب حضورﷺ کاذکر آتا تو اکثر آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔(۲۱)

مولانا یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب پر فنائیت کا غلبہ تھا۔ سادگی اور خدا خوفی ان کی رگ رگ میں رچی ہوئی تھی انکی ظاہری ہیئت کو دیکھ کر اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ اتنے بڑے آدمی ہیں! انکی فنائیت کا یہ عالم تھا کہ کئی اکابر سے مجاز بیعت ہونے کے باوجود انہوں نے زندگی بھر کسی کو باقاعدہ بیعت نہیں فرمایا اور نہ ہی کسی کو اجازت خلافت دی۔ فرماتے : بھائی ابھی تک تو ہماری اصلاح نہیں ہوئی ہم دوسروں کو کیسے بیعت کریں ؟''

حضرت حاجی صاحبؒ اگرچہ اصطلاحی عالم نہیں تھے مگر اکابر اہل علم اور صلحائے امت کی صحبت کیمیا اثر نے ان کو کندن بنادیا تھا''(۲۲)

درس قرآن کے ذریعہ تبلیغی خدمات : آپ کی زندگی علم و عمل کا آھنگ تھی خود بھی قرآن پڑھتے لکھتے اور دوسروں کو بھی سناتے یہی زندگی کا سب سے اہم مشغلہ تھا ۱۹۴۷ء سے معمول رہا نماز فجر کے بعد یا عشاء کے بعد دونوں وقت کوئی مستند دینی کتاب تھوڑی دیر سناتے۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان آنے کے بعد بھی حضرت کا یہ معمول جاری رہا پھر جنوری ۱۹۶۳ء سے فجر کی نماز کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا اسی طرح جہانگیری مسجد میں شروع ہونے والا یہ سلسلہ حضرت نے نارتھ ناظم آباد منتقل ہونے کے بعد بھی باقی رکھا گویا پاکستان بننے سے پہلے

133

شروع ہونے والا یہ سلسلہ بالآخر ۱۹۷۶ء میں درس قرآن کی پہلی جلد شائع ہونے کی شکل میں سامنے آیا یہاں تک کہ گیارہ جلدوں کی ایک ضخیم تفسیر درس قرآن تیار ہو گئی حضرت نے تفسیر قرآن کے سلسلے میں بڑی عرق ریزی و جانفشانی اور قربانی سے کام لیا۔ حضرت کی خواہش تھی کہ مسلمان عامل قرآن بن جائیں۔ ہر مسلمان گھرانہ مکتب قرآنی بن جائے۔ حضرت نے اسی فکر میں اپنی سرکاری نوکری کو خیرباد کہااور ہمہ وقت اسی فکر میں مصروف رہے۔(۲۳)

آپ سرکاری آفیسر رہے مگر دفتر میں سرکاری سیاہی کبھی استعمال نہ فرمائی۔ اس بناء پر کہ کسی وقت ذاتی کام کی لکھائی میں استعمال نہ ہو جائے جو کہ دیانت کے خلاف ہے۔

حضرت حاجی صاحب کا معمول تھا کہ دفتری اوقات میں ظہر کی نماز باجماعت ادا فرماتے اور جتنا وقت نماز میں لگتا اتنا وقت مزید دفتری وقت سے چھٹی کے بعد لگاتے حالانکہ وہ وقت نماز میں گذرتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب کو بہت بڑے ذہن سے نوازا تھا کسی کتاب میں اگر کوئی چیز پڑھ لیتے تو سولہ سال بھی وہ بات اس کتاب کے صفحے کے حوالے تک یاد رہتی ایسا بارہا ہوتا تھا کہ اپنے بیٹوں، پوتوں، نواسوں کو فرمایا کہ فلاں مسئلہ یا فلاں بات کتاب کے فلاں صفحہ میں دیکھو دیکھنے پر بعینہ اسی جگہ اس مسئلہ وغیرہ کو پاتے۔(۲۴)

تفسیر درس قرآن کا کام سوائے آخری کے دوچار سالوں کے پہلے خود کرتے۔ آپ کی تفسیر درس کا انداز عام فہم اور اکابر کی تفاسیر کا خلاصہ ہے اپنی طرف سے یا اپنی رائے سے کوئی تفسیر نہیں فرمائی۔(۲۵)

تفسیر درس قرآن کی بعض حضرات کی طرف سے مخالفت کی گئی خاص طور پر مفتی رشید احمد صاحب کی طرف سے حضرت کے سامنے جب اس کا ذکر ہوتا تو خاموش ہو جاتے اور دعا کے سوا اور کچھ نہ کہتے، فرماتے تھے میں نے حضور کے مواجہ شریف کے سامنے رورو کر مراقبہ کیا اور حضور ﷺ کی خدمت عالیہ میں اپنے اس معاملے کو پیش کیا تو مجھے حکم ملا فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَح (قرآن) یعنی سب عفوو درگذر سے کام لو... فرمایا بس میرا اسی پر عمل ہے اس کے سوا اور میں نہ کچھ کہوں گا اور نہ کچھ کروں گا ہمیشہ صبر و برداشت کو اپنا وطیرہ بنایا۔(۲۶)

خواجہ منیر احمد صاحب لکھتے ہیں آج کے نوجوان میں یہ بات عام ہو رہی ہے کہ وہ خود تراجم حدیث شریف اور قرآن حکیم کی تفاسیر کا مطالعہ شروع کر دیتے ہیں اور ان کتابوں کا انتخاب بھی اپنے مزاج کے مطابق کر لیتے ہیں چونکہ وہ قرآن حکم اور احادیث کی اہم خصوصیات کا خاطر خواہ علم نہیں رکھتے اسی لیے اس بات کا قوی اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں وہ بھٹک نہ جائیں ایسے نوجوان اصحاب کو اپنے اشکالات کو حل کرنے کا خاطر خواہ موقع بھی نہیں ملتا چنانچہ یہ لوگ اس مثل کے مصداق ہو جاتے ہیں ایک تو نقصان مایہ اور دوسرے شماتت ہمسایہ۔۔۔ چنانچہ اس حقیقت کے

پیش نظر تقاضائے وقت پورا کرنے کے لیے مرحوم محمد احمد صاحب نے ایسی جامع اور نافع اور مختصر تفسیر قرآن مجید مرتب فرمائی جو عام فہم اور زود فہم ہونے کے سبب دین مبین کی ہمہ گیر ضروریات پر مشتمل ہے اور نام اس کا درس قرآن تجویز کیا۔ کتاب کے مضامین خود شاہد ہیں کہ اپنی خصوصیت اور جامعیت کے اعتبار سے یہ ایک منفرد تفسیر ہے۔(۲۷)

مزید لکھتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ اسکا دیگر زبانوں انگریزی، فرانسیسی، جرمنی اور جاپانی میں ترجمہ کیا جائے(۲۸)

تحریک قیام پاکستان کے لئے خدمات : مولانا بنیادی طور سے غیر سیاسی شخصیت تھے لیکن جب قیام پاکستان کی تحریک عروج پر تھی اس وقت آپ کا تعلق حضرت تھانویؒ اور ان کے مجازین سے قائم تھا اور حضرت تھانویؒ اور ان کے متعلقین نے جس میں شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے پوتے مولانا ظاہر قاسمی صاحب دار العلوم دیوبند کے مہتمم مولانا قاری طیب صاحب وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں یہ سب حضرات تحریک پاکستان کے زبردست حامی تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہی علماء کی مساعی کے نتیجہ میں قیام پاکستان ممکن ہوا جبکہ علماء کا دوسرا طبقہ تحریک پاکستان کا مخالف تھا مولانا محمد احمد صاحب نے بھی ۱۹۴۶ء میں تحریک پاکستان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا البتہ آپ سیاست میں غلو اور ایک دوسرے کو مطعون و برا کہنے کے سخت مخالف تھے جسکا تفصیلی تذکرہ آپ نے اپنی خود نوشت ''اپنی کہانی خود اپنی زبانی'' میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے(۲۹) اس خود نوشت میں بعض اہم ریکارڈ کی باتیں محفوظ ہو گئی ہیں مثلاً قائد اعظم محمد علی جناح کے حوالہ سے لکھا ہے جب یہ باتیں منظر عام پر آئیں کہ ہندو انتہا پسند آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو نیشنل گارڈ نے حفاظتی گارڈ کی پیشکش کی جسے قائد اعظم نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ ''مجھے اللہ پر بھروسہ ہے کہ وہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھے گا جب تک مسلم قوم کے لئے میری ضرورت ہے''(۳۰)

عشق رسالت اور وفات حسرت آیات : مولانا نے ساری زندگی خدمت قرآن اور عشق رسالت میں بسر کی حافظ مشتاق احمد صاحب لکھتے ہیں حضرت کی خواہش تھی کہ مدینہ منورہ میں وفات ہو اور جنت البقیع میں قبر بنے۔ جو پوری نہ ہوئی۔ حضرت اس کے لیے روتے تھے اور مجھ سے فرماتے اب کی بار جو مدینہ منورہ جاؤں گا تو گھر والوں سے مستقل الوداع کر کے جاؤں گا اور حضورؐ سے مدینہ میں موت اور جنت البقیع میں دفن ہونے کی درخواست کروں گا یہ فرماتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی روتے روتے آواز بھر اجاتی اور فرماتے حضور تو سخیوں کے سخی ہیں امید ہے میری درخواست قبول فرمائیں گے۔(۳۱)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب لکھتے ہیں ۹ ذی الحجہ عرفہ کے دن بروز اتوار طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو

ہسپتال لے جایا گیا وہاں بھی ڈاکٹر سے اسی خواہش کا اظہار کیا اور اسی اثناء میں بچوں کو گواہ بنا کر بلند آواز سے کلمہ شہادت پڑھا اور اس دار فانی سے رخصت ہو گئے (۳۲)۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۹۵ سال تھی (۳۳) لیکن اس سال بھی رمضان المبارک میں باجماعت نماز پڑھی اور مکمل روزے رکھے تھے آپ کے صاحب زادے حافظ ظفر صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سخی حسن کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ (۳۴)

درس قرآن کا جائزہ

وجہ تالیف: مولانا اس درس قرآن کو مرتب کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایک عظیم الشان ذخیرہ علوم قرآن و حدیث کا اردو زبان میں موجود ہے۔ اب سے ۱۵۔۲۰ سال قبل کوئی تفسیر قرآن اردو زبان میں احقر کو ایسی نہ مل سکی جو آسان عام فہم زبان میں ہو یعنی اس میں عالمانہ بحث و دلائل اور دقیق مضامین جو عوام الناس کی سمجھ سے باہر ہوں شامل نہ ہوں اور اس لائق ہو کہ بشکل درس روزانہ مسجد میں عام نمازیوں کو سنا دی جائے۔ اور اس میں تفسیر و تشریح بھی معتبر علمائے محققین اور سلف و صالحین کی تفاسیر کے مطابق ہو اور قرآنی مضمون سے متعلق وہ بھی بیان کی گئی ہوں اور غیر مسلمین و معاندین کے اعتراضات مشہورہ اور شبہات معروضہ کے معقول و دلنشین طرز پر جوابات بھی ہوں، حال کے بعض گمراہ اور بے دین فرقوں مثل قادیانی، پرویزی، منکرین حدیث، کمیونسٹ، سوشلسٹ وغیرہ کی طرف سے جو غلط تفسیرات اور گمراہ کن تشریحات، قرآنی آیات کی پیش کی جاتی ہیں ان کی مناسب تردید بھی ہو۔ جن شرعی مسائل کی طرف آیات قرآنی میں اشارہ ہو اجمالاً یا تصریحاً اسکی متعلقہ تشریحات فقہ حنفیہ سے بیان کی گئی ہوں ان جملہ صفات کی حامل مجھے کوئی ایک عام فہم تفسیر نہ مل سکی۔ یہ سلسلہ درس قرآن جو ناظرین اور عام مسلمین کے ہاتھوں میں پہنچ چکا ہے۔ پندرہ سال میں اس کے اختتام کی نوبت آئی کئی مساجد میں طبع ہونے سے پہلے سنایا جا چکا ہے (۳۵)

درس قرآن کا تالیف کی پس منظر: مولانا لکھتے ہیں ۱۹۶۲ء میں درس قرآن، کے نام سے چند رسائل میری نظر سے گذرے جو ادارہ تبلیغ واصلاح لاھور نے شائع کئے تھے ان رسائل کو دیکھ کر اور اس کا پیش لفظ پڑھ کر یہ شوق پیدا ہوا کہ درس قرآن اسی رسالہ سے پڑھ کر دیا جائے۔ گورنمنٹ کوارٹرز جہانگیر روڈ کراچی میں روانہ ایک درس اس مذکورہ درس قرآن سے سنانے کا سلسلہ ۱۳ شعبان ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۶۳ء بروز جمعرات یعنی شب جمعہ سے شروع کر دیا گیا اب درس شروع تو کر دیا گیا مگر اس مذکورہ درس قرآن میں مجھے بعض قابل اصلاح الفاظ اور قابل اعتراض جملے اور بعض غلط عبارات نظر آئیں بعد میں شدت سے محسوس ہوا کہ اس مذکورہ درس قرآن کا عام نمازیوں کو سنانا بوجہ متعدد قابل اعتراض عبارات مناسب نہیں لہذا ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک نیا درس قرآن ترتیب دیا جائے۔

جب چوتھی مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے لئے کراچی سے ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۹ء ۱۳ شعبان ۱۳۸۹ھ کو جدہ کے لئے روانہ ہوا تو بفضل تعالیٰ اس وقت تک ۲۹ ویں پارہ کے نصف تک کا بیان جامع مسجد جہانگیری میں ہو چکا تھا۔ رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۷۱ء جامع مسجد جہانگیری میں پورا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جو اسی مسجد میں ۱۰ جنوری ۱۹۶۳ء بمطابق ۱۳ شعبان ۱۳۸۲ء بروز جمعرات شروع کیا تھا:

ابتدائی پاروں کے جو درس قرآن، مطبوعہ ادارہ اصلاح و تبلیغ لاہور کی اصلاح اور کانٹ چھانٹ یا مناسب اضافہ کے ساتھ سنائے گئے تھے وہ اس نوعیت اور معیار کے نہ تھے جو درس بعد میں جملہ مذکورہ تفاسیر و کتب کے مطالعہ کے بعد لکھے گئے تھے اس لئے اول نصف قرآن کے درس دوبارہ لکھنے کا سلسلہ شروع کیا اور مسودات ایک ایک پارہ کے علیحدہ علیحدہ جمع کرتا گیا چودہ پاروں کے درس۔ ۲۹ رجب ۱۳۹۶ء مطابق ۲۸ جولائی ۱۹۷۶ء بعد نماز مغرب خاتمہ کو پہنچے (۳۷)

درس قرآن کی ترتیب میں پیش نظر اصول اور خصوصیات

۱ : قرآنی آیات کا لفظی ترجمہ حضرت تھانویؒ کا اختیار کیا گیا ہے۔ سوائے چند مقامات کے جہاں دوسرے اکابر کا مستند اردو ترجمہ مطابق تفسیر کے لکھا گیا ہے۔

۲ : تشریحی ترجمہ بھی درس میں تفسیر بیان القرآن مؤلفہ حضرت تھانویؒ سے لیا گیا ہے۔

۳ : دوسری تفاسیر اور کتب سے عموماً وہی تشریح و تفسیر درس میں لی گئی ہے جو بیان القرآن سے مطابقت رکھتی ہے۔

۴ : اکثر دروس میں تشریح اور تفسیر کے دوران جہاں مناسب اور ضروری سمجھا گیا وہاں اسم مفسر کی تصریح کر کے ان کی مع حوالہ کتاب کے نقل کی گئی ہے ورنہ علمائے محققین یا مفسرین کرام کا قول کہہ کر عبارت کو نقل کر دیا گیا ہے۔

۵ : چونکہ یہ درس قرآن خاص طور پر عوام الناس اور طلبہ و طالبات کے لئے مرتب کیا گیا ہے ایسے دقیق مضامین جو عوام کی استعداد اور سمجھ سے باہر ہوں اختیار نہیں لئے گئے۔

۶ : عام قارئین کی سہولت اور صحیح تلفظ کی غرض سے اس درس قرآن میں اسماء واعلام اور تاریخی مقامات و جگہوں کے نام اعراب کے ساتھ لکھے گئے ہیں۔

۷ : ہر سورۃ کے ابتدائی درس میں سورۃ کی وجہ تسمیہ مقام و زمانہ نزول، شان نزول، فضیلت و خصوصیت، تعداد آیات کلمات و رکوعات، تاریخی پس منظر، خلاصہ مضامین سورہ وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

۸ : ہر سورۃ کے اختتام میں سورہ کے ہر رکوع کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے تاکہ ختم سورۃ کے بعد پوری سورہ کے مضامین کا مفہوم پھر تازہ ہو جائے۔

۹ : ہر درس میں گذشتہ درس سے ربط اور اگلے درس کا تعلق بھی بیان کیا گیا ہے۔

۱۰ : عموماً ہر درس پندرہ منٹ کے وقت میں پڑھنے کا ترتیب دیا گیا ہے اگر کوئی درس طویل مضمون اور تفسیر و تشریح پر مشتمل ہے تو اس کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

۱۱ : قرآنی آیات کی تفسیر و تشریح کے ساتھ متعلقہ احادیث نبوی ﷺ معہ ضروری شرح بھی بیان کی گئی ہیں۔

۱۲ : درس کے مضمون کی مناسبت سے غیر مسلموں، گمراہ، بے دین فرقوں کے اعتراضات اور شکوک و شبہات کا ازالہ اور ان کے الزام کی تردید کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

۱۳ : ہر درس میں تفسیر و تشریح کے بعد جو عبرت ونصحیت، مسائل واحکام و عید و بشارت ہے اس کا بیان بھی التزام کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۱۴ : قرآنی آیت یا آیات کی مناسبت سے جہاں مناسب خیال کیا گیا متعلقہ فقہی مسائل حنفی مسلک سے بیان کئے گئے ہیں۔

۱۵ : بعض قرآنی آیات سے مجرب عملیات بھی نقل کر دیے گئے ہیں۔

گذارشات کے اسلوب : یہ درس قرآن اس زمانہ میں تحریر کیا گیا ہے جبکہ پاکستان میں دین کے حقیقی دردمندوں کو خون کے آنسو رونے پڑ رہے تھے بے دینی کا دور دورہ تھا کہیں قادیانی اسلام اور مسلمانوں کی جڑ کاٹنے میں لگے ہوئے تھے کہیں پرویزیت کے جال پھیلائے جا رہے تھے کہیں منکرین حدیث نے زور پکڑ رکھا تھا اس لئے احقر مؤلف کا لہجہ کہیں کچھ سخت اور الفاظ تنبیہ میں کچھ تشدد سا آگیا ہے جس میں مؤلف کو معذور سمجھا جائے۔

درس قرآن کے ترجمہ کی عام اجازت : مؤلف کی طرف سے عام اجازت ہے کہ اگر کوئی صاحب علم و فضل یا ادارہ بغرض تبلیغ دین اس کا پورا پورا ترجمہ کسی دوسری زبان مثلاً سندھی، پشتو، بنگالی، فارسی، انگریزی، ہندی، چینی، جاپانی، فرانسیسی، جرمنی، ترکی وغیرہ زبانوں میں کرنا چاہیں تو مؤلف کی طرف سے اس کی اجازت ہے (۳۸)

مگر مؤلف کی طرف سے شرط ہے کہ یہ ملحوظ رہے کہ عبارت درس قرآن کی پوری کی پوری ترجمہ کریں اختصار کر کے پھر ترجمہ کرنا یہ مناسب نہیں اور اس میں بعض خدشات ہیں اس لئے ایسا نہ کیا جائے۔

درس قرآن کی طباعتی تفصیلات :

درس قرآن جلد اول

تفسیر سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ

ناشر : تبلیغ القرآن ٹرسٹ چوتھی منزل نلسن بلڈنگ چندریگر روڈ کراچی

ادارہ اشاعت القرآن اے۔۲۴۲ بلاک : ایچ شمالی ناظم آباد کراچی

اشاعت اول : ذی الحجہ ۱۳۹۷ء مطابق دسمبر ۱۹۷۷ء

اشاعت دوم : ذی الحجہ ۱۴۰۱ء مطابق اکتوبر ۱۹۸۱ء

مطبع : مشہور آفسٹ پریس کراچی

تمام جلدوں کے طابع و ناشر یہی ادارہ ہے۔ تفسیر کے آغاز میں چہل حدیث در فضائل قرآن کے نام سے جمع کر دیں اس کے بعد مزید چہل حدیث بعض قرآنی سورتوں کے فضائل والی جمع کر دی۔ اس کے بعد قرآنی دعائیں ۲۳ صفحات پر جمع کر دیں ص ر س سے قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست بحساب ترتیب تلاوت بمعہ تعداد رکوعات و آیات ذکر ہیں۔

ص ر ۹۴ سے فہرست مضامین جاری ہے جس میں ہر درس قرآن کو جدا جدا نمبر دیکر درس نمبر ایک، نمبر دو، اس طرح جلد اول میں ۵۸ درس ہیں ص ۱۴۷ سے تفسیر کا آغاز ہوتا ہے موصوف ہر آیت کا ترجمہ، متن قرآن کے نیچے لکھتے ہیں پھر تفسیر و تشریح کے عنوان سے ہر آیت کی تفسیر انتہائی آسان اردو میں عوامی لب و لہجہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں علمی اصطلاحات قطعاً استعمال نہیں کیں ترجمہ قرآن مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کا شامل ہے۔

جلد اول کے ۸۲۴ صفحات ہیں۔

جلد دوم :

تفسیر سورہ آل عمران و سورہ نساء پر مشتمل ہے۔

اس جلد پر بے شمار علماء کی تقاریر موجود ہیں اس کے بعد مختلف رسائل و جرائد کی آراء ہیں

ص ۳۳ سے فہرست دروس قرآن ہے۔

ص ۱۲۳ سے دروس قرآن کا آغاز ہوتا ہے۔

اس میں ۲۳۷ تک دروس قرآن سورہ آل عمران و نساء ہیں اس جلد کے ۹۰۴ صفحات ہیں۔

رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ مطابق جولائی ۱۹۲۹ء میں جلد دوم پہلی دفعہ چھپ کر شائع ہوئی (۳۹)

جلد سوم

سورہ مائدہ و سورہ الانعام پر مشتمل ہے آغاز جلد میں کچھ تقاریظ، اس کے بعد فہرست مضامین ہیں صفحہ ۸۱ سے تفسیر کا آغاز ہوتا ہے۔

اس جلد کے ۶۲۰ صفحات ہیں۔

پہلی دفعہ شوال ۱۴۰۱ھ مطابق اگست ۱۹۸۱ء میں شائع ہوئی۔

جلد چہارم

سورۃ الاعراف، سورۃ الانفال و سورۃ التوبہ پر مشتمل ہے آغاز میں کچھ نئے افراد کے خطوط و تقریظات ہیں اس جلد کے ۸۸۰ صفحات ہیں۔ طبع اول رمضان ۱۴۰۲ھ مطابق جون ۱۹۸۳ء میں ہوئی۔

جلد پنجم

سورہ یونس سورہ ھود سورہ یوسف سورہ رعد و سورہ ابراھیم پر مشتمل ہے۔ ۷۰۸ صفحات ہیں۔

طبع اول ۱۴۰۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔

جلد ششم

سورہ النجم بنی اسرائیل، الکھف، سورہ مریم اور طٰہٰ پر مشتمل ہے۔

۸۱۶ صفحات ہیں، طبع اول ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۹۸۳ء میں شائع ہوئی۔

جلد ہفتم

الانبیاء الحج، المومنون، النور، الفرقان، الشعراء اور النمل پر مشتمل ہے۔ ۸۷۰ صفحات ہیں۔

شوال ۱۴۰۴ھ مطابق ۱۹۸۴ء میں پہلی دفعہ طبع ہوئی۔

جلد ہشتم

القصص، العنکبوت، الروم، لقمان، السجدہ، الاحزاب، سباہ، فاطر، یٰسین پر مشتمل ہے۔ ۸۸۴ صفحات ہیں

شوال ۱۴۰۵ھ مطابق جولائی ۱۹۸۵ء میں پہلی دفعہ شائع ہوئی۔

جلد نہم

الصفت، الزمر، المومن، حٰم السجدہ، الشوریٰ، الزخرف، الدخان، الجاثیہ، الاحقاف، محمدؐ، الحجرات پر مشتمل ہے۔ ۹۹۲ صفحات ہیں۔

شعبان ۱۴۰۶ھ مطابق اپریل ۱۹۸۶ء میں پہلی دفعہ شائع ہوئی۔

جلد دہم

سورہ ق سے سورہ التحریم تک ہے ۷۳۱ صفحات ہیں شعبان ۱۴۰۷ھ مطابق اپریل ۱۹۸۷ء میں پہلی دفعہ طبع ہوئی

جلد یازدہم

سورہ تبارک الذی سے سورۃ الناس تک ہے ۹۵۲ صفحات ہیں۔

جمادی الاول ۱۴۰۸ھ مطابق جنوری ۱۹۸۸ء میں پہلی دفعہ شائع ہوئی۔
ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ مطابق جولائی ۱۹۸۹ء میں احمد پرنٹنگ کارپوریشن سے دوبارہ شائع ہوئی۔
تمام تفاسیر کا سائز 6+10 ہے۔
طباعت وکتابت درمیانی درجہ کی ہے البتہ کاغذ عمدہ استعمال کی ہے اور بائینڈنگ لاجواب ہے۔ ان گیارہ جلدوں کی طباعت ۱۹۷۷ سے شروع ہو کر ۱۹۸۸ء میں مکمل ہوئی۔

خلاصہ کلام :

پوری تفسیر کے جائزے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وہ علماء یا پڑھے لکھے حضرات جو مطالعہ کر کے درس قرآن نہیں دے سکتے یا اہل زبان نہ ہونے کی وجہ سے درس قرآن دینے میں مافی الضمیر کے اظہار میں حجاب محسوس کرتے ہیں ان حضرات کے لئے یہ تفسیر نعمت غیر مترقبہ ہے۔

اس میں سہولت یہ ہے کہ دس پندرہ منٹ کا ہر درس جدا جدا کر کے لکھ دیا ہے اس طرح سامعین کا بھی زیادہ وقت صرف نہیں ہوتا اور درس دینے والے کی زبان میں بھی رفتہ رفتہ روانی پیدا ہو جاتی ہے۔ عوام بھی مشکل الفاظ اور اصطلاحات میں الجھے بغیر آسانی سے قرآن کا پیغام سمجھ لیتے ہیں یہی مقصود درس قرآن ہے۔

منظوم تاریخ طباعت جلد یازدہم۔ درس قرآن از جناب: الحاج محمد بشیر اللہ صاحب مدظلہ العالی

عالم دین محمد احمد
فاضل باکمال و فخر زمَن
محرم راز ھائے قرآنی
واقف نکتہ ہائے سر و عَلن
درس قرآن بداد سہل حصول
تانباشد کسے بہ علم الکن
حرف حرف است لؤلوے لالا
لفظ لفظ است مثل دُرِعدَن
بہر تکمیل پس بشیر بگو
درس قرآن تمام شد جِداً

۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء (۴۰)

تفسیر درس قرآن علماء کی نظر میں :

تفسیر درس قرآن کو زبان و بیان کے سبب اور خود مصنف کے خلوص کے سبب جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور علماء نے جن آراء کا اظہار کیا ہے اسے انتہائی اختصار کے ساتھ آخر میں نقل کئے دے رہا ہوں ان میں اکثر آراء درس قرآن کی جلد اول کے آغاز میں موجود ہیں اور یہ آرا" مجموعہ نقدو تبصرہ" مطبوعہ ۱۹۹۶ میں بھی موجود رہیں(۴۱) مؤخر الذکر سے خلاصہ پیش خدمت ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں امید ہے تفسیر بہت نافع و مفید ہوگی (۴۲) مولانا محمد مالک کاندھلوی فرماتے ہیں ظاہری و باطنی خوبیوں کا مجموعہ ہے اور سلف کے مطابق ہے (۴۳) ڈاکٹر محمد عبدالحئی خلیفہ حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں تفسیر عام فہم اور فہم دین کی ضروریات پر مشتمل ہے (۴۴) مولانا عبدالحق حقانی ایم این اے مہتمم دار العلوم حقانیہ لکھتے ہیں تفسیر کے بعض مضامین سے بہت محظوظ ہوا (۴۵) مولانا زوار حسین لکھتے ہیں متعدد مقامات سے مطالعہ کیا عوام کے لئے نہایت مفید ہے (۴۶) مولانا سجان محمود لکھتے ہیں تفسیر کے اقوال مختلفہ میں قول راجح کو اختیار کیا ہے (۴۷) مفتی محمد رفیع عثمانی لکھتے ہیں کوئی گھر اور کوئی مسجد اس درس قرآن سے خالی نہ رہے (۴۸) مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں تفسیر کی زبان بہت سادہ اور عام فہم ہے (۴۹) مولانا سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں (مہتمم نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) عوام کو سمجھانے کے لئے سلیس طریقہ اختیار کیا ہے (۵۰) مولانا محمد وجیہ الدین دار العلوم ٹنڈوالہ یار لکھتے ہیں موصوف کے دروس کو سلف کے طرز پر پایا مسائل کے بیان میں احتیاط سے کام لیا ہے (۵۱) پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفی لکھتے ہیں تفسیر آسان الفاظ میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے موصوف کا خلوص کارفرما ہے (۵۲)

جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن لکھتے ہیں زبان سادہ، سلیس انداز میں ہے اس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ صرف تنہائی میں بیٹھ کر نہیں لکھی گئی ہے بلکہ سامعین کو سنا کر لکھی گئی ہے جس سے سامع کا ردعمل مصنف کے سامنے آ گیا ہے (۵۳)

مفتی احمد الرحمٰن سابق مہتمم جامعۃ العلوم الاسلامیہ لکھتے ہیں حرفاً حرفاً پڑھ لیا ہے مضامین پر اعتماد ہے (۵۴) ڈاکٹر کرنل قاری فیوض الرحمٰن لکھتے ہیں تفسیر عوام اور خواص سب کے لئے مفید ہے (۵۵) جسٹس پروفیسر غازی احمد اسلامک یونیورسٹی (ممبر نیشنل سیکورٹی کونسل) لکھتے ہیں درس کا ہر لفظ آپ کے خلوص کا مظہر ہے (۵۶)

ان افراد کے علاوہ بھی بے شمار علماء، اہل علم، اداروں اور رسالوں نے اس پر عمدہ آراء کا اظہار کیا ہے جس سے تفسیر کے درجہ استناد کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ تفسیر کی دوبارہ کمپیوٹر کمپوزنگ کرا کر چھوٹے حروف میں اور چھوٹے سائز میں شائع کیا جائے۔

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطاء فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور مسلمانوں کی مغفرت کا ذریعہ بنائے (آمین)

حواشی وحوالہ جات

(۱) الحدیث

(۲) ٹائٹل پر یہی نام لکھا ہے لیکن اندر اس یادداشت کا نام ''خود نوشت سوانح حیات'' لکھا ہوا ہے

(۳) ٹائٹل صفحہ پر ۵ / صفحہ ۱۳۶۵ھ مطابق جنوری ۱۹۴۹ء تاریخ تحریر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے ۱۹۴۹ء میں لکھنی شروع کی جبکہ اندر کے صفحہ پر ۲۲ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء لکھی ہے جس کے ساتھ وضاحت ہے کہ یہ یادداشت اس تاریخ سے لکھنا شروع کی ہے لیکن خود نوشت کا اسلوب تحریر گواہی دے رہا ہے کہ یہ جنوری ۱۹۴۶ء سے لکھنی شروع کی ہے ممکن ہے بعد کے ادوار میں اس پر اضافہ کیا گیا ہو موصوف نے واقعات حاضر کے صیغہ میں لکھے ہیں کہ ''آج صبح یہ ہوا'' گذشتہ یوم کے واقعات کا اثر طبیعت پر موجود ہے۔ وغیرہ مزید دیکھئے خود نوشت کا ص / ۱۰۳

(۴) یہ خود نوشت شکستہ طرز تحریر میں ۲۸۷ صفحات پر لکھی گئی ہے اس کی فوٹو کاپی جناب مولانا حافظ مشتاق احمد صاحب خطیب جامع مسجد گارڈن کے پاس محفوظ تھی جنکی عنایت سے میں نے استفادہ کر کے یہ مقالہ لکھا ہے (جزاک اللہ خیرا)

(۵) یہ مضامین ماھنامہ الھادی اور بینات کراچی میں شائع ہو چکے ہیں ایک مضمون تعارف قرآن ڈاکٹر کرنل قاری فیوض الرحمٰن (مطبوعہ مکتبہ مدینہ لاھور) کی کتاب میں صفحہ ۳۵۶ پر ہے اور تفسیر کا تعارف سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر ج / ۲ ص / ۷۳۴ پر بھی ہے۔

(۶) خود نوشت ''اپنی کہانی خود اپنی زبانی'' ص / ۹

(۷) ایضاً ص / ۱۰

(۸) ایضاً ص / ۲۰

(۹) ایضاً ص / ۱۷

(۱۰) (ماھنامہ) الھادی (کراچی) ج۔ ۸ ش۔ ا (اپریل ۱۹۹۹ء ص / ۶

(۱۱) خود نوشت ص / ۲۰ ض / ۲۲

(۱۲) خود نوشت ص / ۲۱ ص / ۳۳

(۱۳) ماھنامہ الھادی ج۔ ۸۔۔ ا۔ اپریل ۱۹۹۹ء کے مطابق یکم رمضان ۱۳۵۸ھ میں بیعت ہوئے مگر یہ تاریخ غلط ہے موصوف کی اپنی تحریر کے مطابق صحیح تاریخ وہ ہے جو میں نے لکھی ہے دیکھئے خود نوشت ص / ۶۳

(۱۴) خونوشت ص ر ۶۴

(۱۵) ماھنامہ الھادی ج۔ ۸۔ ش۔ ۱۔ اپریل ۱۹۹۹ء ص ر ۶ اور الھادی ج۔ ۹ ش ۴۔ ۳ جون جولائی ۱۹۹۹ء ص ر ۱۶ ماھنامہ بینات کراچی (مئی ۱۹۹۹ء)

(۱۶) (ماھنامہ) الھادی (کراچی) ج۔ ۹۔ ش۔ ۲ مئی ۱۹۹۹ء ص ر ۱۰۔ ۱۱

(۱۷) خودنوشت ص ر ۴۵

(۱۸) خودنوشت ص ر ۲۱۷ پر یہی دونوں نام لکھے ہیں لیکن الھادی ج۔ ۹۔ ش۔ ۳۔ ۴ (جون، جولائی ۱۹۹۹ء) ص ر ۱۶ پر امیر احمد نام لکھا ہے ممکن ہے بعد میں نام تبدیل کیا ہو یا ان کے علاوہ کوئی اور صاحب زادے ہوں خودنوشت ص ر ۲۱۷ اور ص ر ۲۸۱ پر ایک بیٹے سعید کا بھی ذکر ہے خودنوشت کے ص ر ۲۵۶ پر ایک بیٹی نزھت کا بھی ذکر ہے

(۱۹) الھادی ج۔ ۹۔ ش۔ ۳۔ ۴ جون، جولائی ۱۹۹۹ء ص ر ۱۳ اور الھادی ج۔ ۹۔ ش۔ ۹۔ ۱۰ (دسمبر ۱۹۹۹ء) ص ر ۲۶

(۲۰) خودنوشت ص ر ۲۵۲ اور ص ر ۲۶۳

(۲۱) ماھنامہ الھادی ج۔ ۸۔ ش۔ ۱۔ (اپریل ۱۹۹۹ء) ص ر ۷

(۲۲) ماھنامہ بینات کراچی مئی ۱۹۹۹ء

(۲۳) ماھنامہ الھادی ج۔ ۸۔ ش۔ ۱۔ (اپریل ۱۹۹۹ء) ص ر ۶ مزید دیکھیں خودنوشت ص ر ۲۶۲

(۲۴) الھادی ج۔ ۹۔ ش۔ ۲۔ (مئی ۱۹۹۹ء) ص ر ۱۰

(۲۵) ایضاً ص ر ۱۲

(۲۶) الھادی ج ۸ ش۔ ۱۔ (اپریل ۱۹۹۹ء) ص ر ۸

(۲۷) الھادی ج۔ ۹۔ ش۔ ۹۔ ۱۰ (دسمبر ۱۹۹۹ء) ص ر ۲۵

(۲۸) ایضاً ص ر ۲۶

(۲۹) خودنوشت ص ر ۱۲۱ ص ر ۱۲۷ ص ر ۱۷۷ ص ر ۱۳۹ ص ر ۱۴۹ تا ۱۵۲ ص ر ۱۷۱

(۳۰) ایضاً ص ر ۲۵۸ بحوالہ روزنامہ منشور ۲ ر ستمبر ۱۹۴۶ء انڈیا

(۳۱) الھادی ج۔ ۹۔ ش۔ ۲۔ (مئی ۱۹۹۹ء) ص ر ۱۲

(۳۲) ماھنامہ بینات کراچی مئی ۱۹۹۹ء

(۳۳) الھادی ج۔ ۸۔ ش۔ ۱۔ (اپریل ۱۹۹۹ء) ص ر ۵

(۳۴) ایضاً
(۳۵) مقدمہ درس قرآن مولانا محمد احمد ج/۱ص/۱۲
(۳۶) ایضاًج/۱ص/۱۶
(۳۷) ایضاًج/۱ص/۱۷
(۳۸) ایضاًج/۱ص/۲۰
(۳۹) مقدمہ درس قرآن ج/۲ص/۲۲
(۴۰) سیارہ ڈائجسٹ قرآن نمبر ج/۲ص/۷۴۳ اس تفسیر کے علاوہ مولانا کی ایک کتاب ترتیب نزول قرآن کے نام سے بھی شائع ہو چکی ہے خود نوشت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کتاب امید رحمت کے نام سے بھی تالیف کی ہے دیکھئے ص/۲۴۱
(۴۱) مجموعہ نقدو تبصرہ مطبوعہ ۱۹۹۶ء ص/۴
(۴۲) ایضاً ص/۵۔۸
(۴۳) ایضاًص/۶
(۴۴) ایضاًص/۷
(۴۵) ایضاًص/۷
(۴۶) ایضاًص/۸۔۹
(۴۷) ایضاًص/۱۰
(۴۸) ایضاًص/۱۲
(۴۹) ایضاًص/۱۲۔۱۳
(۵۰) ایضاًص/۱۴
(۵۱) ایضاًص/۱۶
(۵۲) ایضاًص/۱۷
(۵۳) ایضاًص/۲۱
(۵۴) ایضاًص/۲۸
(۵۵) ایضاًص/۵۴ اور تعارف قرآن ص/۳۵۶
(۵۶) مجموعہ نقدو تبصرہ مطبوعہ ۱۹۹۶ء ص/۶۷۔۶۸